OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

علیحدگی کادرست طریقہ، طلاق کاوقوع اور مشروعیت نص قرآنی اور سنت کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ

The accurate method of separation, divorce and its legitimacy in the light of Quran and Sunnah, a research study

Prof. Dr. Abdul Latif Hubshi
Principal, Govt. Boys Degree College Jhuddo.
Email: abdullatiftjm@gmail.com
https://orcid.org/0009-0002-4973-282X

Noor Akram
Research Scholar, Karachi University, Lecturer Govt Boys Degree College Jhuddo.
Email: noordawa1430@gmail.com
https://orcid.org/0000-0003-2816-0850

Dr. Khawar Anjum
Chief Executive: Nobel Herbel Products Private Limited.
Email: khawaranjum373@gmail.com
https://orcid.org/0009-0000-4597-566X

Received on: 12-04-2024 Accepted on: 18-05-2024

Abstract

Islam, being a religion of nature, addresses all human needs, including the essential institution of marriage. In Islam, marriage is established by a simple contract consisting of two words, binding two individuals in a union as intimate as garments to the body. This metaphor signifies a relationship of closeness, protection, and mutual concealment of faults. However, when the marital bond becomes untenable, Islam provides for divorce (Talaq) as a structured and thoughtful process, much like the establishment of marriage. This process involves not just the couple but also their families, ensuring time and deliberation. Unfortunately, many in contemporary societies view marriage and separation through cultural lenses rather than Islamic principles. Joint family systems often exacerbate these issues, with couples denied privacy and autonomy, leading to dissatisfaction, especially among women. The growing issue of intolerance within relationships has led to an increase in impulsive divorces, often regretted later. Some resort to un-Islamic practices like Halala, while others seek secular solutions. This article explores the Quranic perspective on marriage and divorce, focusing on verses from Surah An-Nisa (4:34-35), Surah Al-Baqarah (2:229-230), and Surah At-Talaq (65:1). It also examines the stages of marital discord within the Quranic framework, providing guidance for conflict resolution in line with Islamic teachings. Additionally, the article critiques the modern scholars who, under the pretext of ijtihad, have attempted to alter the well-established understanding of Talaq in light of the Quran, exposing the errors in their interpretations.

Key words: Islam, Marriage, Divorce, Quranic Guidance, Talaq, Halala, Joint Family, Marital Discord, Islamic Law, Ijtihad

تمہید:

اسلام دینِ فطرت ہے۔اس میں جہاں انسان کی باقی تمام ضرورتوں کا خیال رکھا گیا ہے وہیں اس کی اہم ترین ضرورت نکاح کا بھی خیال رکھا ہے۔ نکاح صرف دو لفظوں سے منعقد ہو جاتا ہے اور دو اجنبی یک جان دو قالب کی مثال بن جاتے ہیں۔ان کا ایک دوسرے کے ساتھ لباس جیسا رشتہ بن جاتا، لباس کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ بغیر کسی حائل کے جسم سے جڑا رہتا ہے، جسم کے سارے عیبوں سے واقفیت بھی رکھتا ہے اور جسم کو دوسروں کی نظروں سے چھپائے بھی رکھتا ہے۔دو لفظوں سے بننے والا بندھن عام لباس سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔یہ لباس زندگی بھر کے لئے پہنا جاتا ہے، اور اس لباس کے ذریعے میاں بیوی باہمی عیبوں، مسئلوں اور پریشانیوں کو ساری دنیا سے چھپائے رکھتے ہیں۔ بعض دفعہ نکاح کے بعد دونوں زوجین کو سمجھ آتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ فٹ نہیں ہیں اور وہ ایک ساتھ زندگی نہیں گذار سکتے تو اس کے حل کے طور پر اسلام نے طلاق کی بھی گنجائش رکھی ہے۔ مگر یہ طلاق بھی اسلام میں ایک ایسے ہی پروسیس اور عمل کا نام ہے جیسے نکاح قائم کرنا۔ نکاح کرنے کے لئے جیسے میاں بیوی اپنے گھر والوں کو انوالو کرتے ہیں اسی طرح اسلام میں طلاق کے عمل میں بھی وقت لگتا ہے اور گھر والے بھی انوالو ہوتے ہیں۔اب ظاہری سی بات ہے کہ جو اسلامی معاشرت یا اسلامی طریقے سے میاں بیوی کے رہنے سے واقف نہیں وہ اسلامی طریقے سے علیحدگی سے واقفیت کیسے رکھ سکتا ہے؟

اس صورتحال میں اصل مسئلہ کا حل معاشرت زوجین کی آگاہی فراہم کرنا ہے۔ ہمارے لوگ میاں بیوی کو اسلامی رخ سے دیکھنے کی بجائے مشرقی تہذیب کے نقطۂ نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ جس کے نتیجے میں میاں بیوی کو وہ سپیس بھی نہیں مل پاتا جو کہ اسلام نے ان کو دیا ہے۔ میاں بیوی کے ایک بستر پر سونے کو ہمارے ہاں بعض لوگ آج بھی بے شرمی اور بے حیائی سمجھتے ہیں۔ جوائنٹ فیملیز میں آج بھی بہت سے گھروں میں میاں بیوی کو گھر والوں کے سامنے ایک دوسرے سے زبانی بات کرنے کی بھی اجازت میسر نہیں ہوتی، جبکہ وہیں اگر کزنوں یا سالیوں سے مذاق کرنے کو بھی برا نہیں منایا جاتا۔ جوائنٹ فیملیوں سے بیویوں کے متنفر ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے اپنے ناز اٹھوانا چاہتی ہے جبکہ جوائنٹ فیمیلیز میں یہ ممکن نہیں ہے۔

موجودہ دور میں عدم برداشت جس طرح ایک وبا کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے۔اس عدم برداشت سے جہاں معاشرے میں اور بے شمار سنگین مسائل جنم لے رہے ہیں انہیں میں سے ایک کثرتِ طلاق کا مسئلہ ہے۔ نوجوان غصہ میں بیک وقت تین طلاق کہہ بیٹھتے ہیں اور پھر بعد میں پشیمانی میں گھر جاتے ہیں اور اپنا گھر ٹوٹنے سے بچانے کے لئے حیلے بہانے سوچنے لگتے ہیں۔ جہاں ایک طرف بہت بڑا طبقہ اپنی پہلی غلطی پر پردہ ڈالنے کے لئے پہلے جمہور علماء کرام کی راہ کو چھوڑتا ہے اور پھر دوبارہ اور سہ بارہ وہی غلطی دہرانے کے بعد سیکولریت میں اپنے لئے جگہ تلاش کرتا نظر آتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف بعض لوگ حلالہ جیسی سنگین برائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ قدیم اختلافات سے ایک طرف بعض جدید اسکالرز نے نصِ قرآنی کے عنوان سے اصطلاحِ طلاق میں اجتہاد کرنے کی کوشش کی ہے۔اس آرٹیکل میں اس حوالے سے قرآنی نقطہ نظر کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی

ہے۔ نیز اس آرٹیکل میں ہم میاں بیوی کی ناراضگی کے مراحل کو نظم اور سیاقِ قرآنی کے ذیل میں دیکھنے کی بھی کوشش کریں گے۔:

طلاق دینے کا طریقہ:

شریعتِ مطہرہ میں طلاق کے لئے ابغض المباحات کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسا حلال عمل ہے جو کہ ناپسندیدہ ترین ہے۔ لہذا یہ ایسی چیز نہیں ہے جس کا جذبات یا غصہ میں آکر فیصلہ کیا جانا چاہیئے بلکہ یہ ٹھنڈے دماغ سے اور انتہائی ضرورت کے موقع پر ہی استعمال کی جانی چاہیئے۔ اگر ہم نصوص کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں طلاق صرف ایک لفظ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک پورا طریقہ کار ہے۔

ازدواجی زندگی میں اسلام نے مرد کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اور نکاح ختم کرنے کا اختیار بھی مرد کے پاس رکھا ہے۔ ازدواجی زندگی کو ختم کرنے کا طریقہ سورۂ نساء اور سورۂ بقرہ کے مضامین کو ملا کر سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر اس طریقے کو اپنا کر علیحدگی اختیار کی جائے تو نہ تو اس میں کسی طرح کا اختلاف ہو گا اور نہ ہی کسی شرمندگی والے عمل کی ضرورت پڑے گی۔ اس طریقہ کار کو سمجھانے کے لئے سب سے پہلے سورۂ نساء کی آیت مبارکہ [1] سے حاصل ہونے والے مضامین اور علیحدگی کے مراحل کا نچوڑ سادہ لفظوں میں بیان کر دیا جاتا ہے جو کہ کچھ یوں بنتا ہے:

پہلا مرحلہ:

اگر بیوی شوہر کی بات نہیں مانتی، میاں بیوی میں اَن بَن ہو جاتی ہے، اور معاملات خراب ہونا شروع ہو جاتے ہیں تو بطور ذمہ دار ہوتے ہوئے اس کو سنبھالنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا قدم مرد کے ذمہ ہے کہ وہ بیوی کو زبانی کلامی طور پر سمجھائے۔ ساتھ رہنے کے فائدے اور الگ ہونے کے ممکنہ نقصانات، اولاد کی پریشانیاں سب کچھ تفصیل سے سمجھائے اور منالے۔

دوسرا مرحلہ:

اگر اس بات چیت سے کام نہ بنے تو دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے بستر الگ کر لے تاکہ عملی طور پر اسے معلوم ہو سکے کہ شوہر مجھ سے الگ ہو سکتا ہے۔ اور اکیلا رہنا کتنا مشکل ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ شوہر کو رضامندی کی حالت میں بیوی سے الگ نہیں سونا چاہیئے۔ بستر الگ کرنے میں بھی بعض علماء نے یہ تفصیل بتائی ہے کہ پہلے دن ہی بستر الگ نہ کرے بلکہ بستر پر ہی صرف منہ دوسری طرف کر کے سوئے تاکہ اپنی ناراضگی کا اظہار ہو جائے پھر بھی فرق نہ پڑے تو بستر الگ کرے۔

تیسرا مرحلہ:

اگر ناراضگی کے اظہار اور بستر الگ کرنے سے بھی بیوی اپنی ضد پر اڑی رہے اور نہ مانے تو ضربِ غیر مبرح یعنی بیوی کی غصے سے ایک آدھا تھپڑ لگانا چاہیئے۔ لیکن یہ مارنا ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کی ہڈی ٹوٹے یا جسم پر نشان پڑے بلکہ صرف سرزنش مقصود ہونا چاہیئے۔ اگر ان تینوں طریقوں میں سے کسی سے بھی بیوی مان جائے تو پھر بھی گھر توڑنے کی یا الگ ہونے کی سوچ ختم کر دینا چاہیئے۔

چوتھا مرحلہ:

لیکن اگر سابق میں ذکر کئے گئے تینوں طریقے کام نہ کریں تو اب بات اگلے مرحلے میں داخل ہو جائے گی یعنی یہ مسئلہ اب میاں بیوی کے درمیان رہتے ہوئے حل نہیں ہو گا اب اس کے لئے میاں بیوی دونوں کے خاندانوں کو شریک کرنے کی ضرورت ہے۔ تو میاں اور بیوی دونوں کے خاندان اپنی طرف سے ایک ایک منصف چن لیں جو ان دونوں کے معاملات حل کرانے اور باہمی صلح کرانے کی کوشش کریں۔ اگر صلح ہونا ممکن ہوئی تو صلح ہو جائے گی۔ اگر اب یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں ساتھ نہیں رہنا چاہتے تو اب علیحدگی کے طریقوں کی طرف دیکھا جائے گا۔

اگر مرد چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہے مگر عورت الگ ہونا چاہتی ہے تو عورت خلع کی کوشش کر سکتی ہے۔ اور اگر مرد بھی علیحدگی چاہ رہا ہے تو اسے چاہئیے کہ ایسے طہر میں جس میں اس نے بیوی سے اپنی خواہش پوری نہیں کی دو گواہوں کے سامنے ایک طلاق دے اور عورت کو عدت پوری کرنے دے ۔جب عدت پوری ہو جائے گی تو وہ خود بخود آزاد ہو جائے گی اور دوسری جگہ شادی کرنے کے قابل ہو گی۔

اس پوری مدت میں اگر کسی موقع پر بھی دونوں کو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کا خیال آتا ہے تو وہ بلا کسی رکاوٹ کے دوبارہ اپنی ازدواجی زندگی جاری رکھ سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ عدت پوری ہونے کے بعد بھی اگر دونوں کو خیال آئے کہ ہمیں الگ نہیں ہونا چاہئیے تو بھی وہ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور کسی طرح کے اضافی معاملے کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہمارے ہاں علم اور شعور کی کمی اور جذباتیت کی بہتات سے جہاں اور بہت ساری خرابیاں آئی ہوئی ہیں ان میں سے ایک مسئلہ طلاق بھی ہے۔ ہمارے ہاں نوجوانوں کو شادی سے پہلے خاندانی مسائل سکھانے کا ایک کورس کروایا جانا چاہئیے اور اس سے سرٹیفیکیٹ ملنے کے بعد شادی کروائی جائے تاکہ ایسے مسائل ہی پیش نہ آئیں جن کی وجہ سے بعد میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

فقہاء کی نظر میں طلاق کی اقسام:۔

اگر مذکورہ بالا طریقہ اختیار نہ کیا جائے اور جذبات کی رو میں بہتے ہوئے فیصلے کئے جائیں تو پھر اختلافی صورتیں پیش آتی ہیں۔ دیگر مسائل کی طرح طلاق کے مسائل میں بھی بے شمار اختلافات ہیں بقول متنبی:

تخالف الناس حتی لااتفاق لهم　　　　الا علی الشَّجب والخُلفُ فی الشَّجَبِ

فقیل تخلص نفس المرء سالمة　　　　وقیل تشرك جسم المرء فی العطب

فقہاء کرام نے قرآن واحادیث کے تتبع سے طلاق کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے: طلاق احسن، طلاق حسن یا سنت اور طلاق بدعت

طلاق احسن:

یہ ہے کہ شوہر بیوی کو کسی ایسے طہر میں ایک طلاق دے جس میں اس نے بیوی سے استمتاع نہیں کیا اور پھر اسے عدت گذارنے کے لئے چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت پوری ہونے کی وجہ سے عورت مرد سے بائنہ ہو جائے گی اور اسے دوسرے شخص سے شادی کا اختیار مل جائے گا۔

طلاق حسن یا طلاق سنت:

اس میں مرد پہلی طلاق تو مذکورہ بالا طریقے سے دیتا ہے لیکن اس کے بعد وہ ایک حیض گذرنے کے بعد دوسری طلاق بھی دیتا ہے اور پھر دوسرے حیض کے بعد تیسری طلاق دے کر بیوی سے واپس ملنے کا امکان بلکل ختم کر دیتا ہے۔اسے بدعت کے مقابلے میں سنت کہا جاتا ہے۔یعنی یہ بھی سنت میں ہی داخل ہے اور جائز ہے اور بدعت نہیں ہے۔اس کا ثبوت بھی قرنِ اول میں موجود ہے۔

طلاق بدعت:

حنفیہ کے نزدیک جس میں مذکورہ بالا شرائط میں سے کسی میں کمی کی جائے مثلاً طلاق حالت طہر میں نہ دی جائے، یا اسی طہر میں جس میں وطی کی ہے اسی میں طلاق دی جائے یا ایک ہی طہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دی جائیں۔ان تمام صورتوں میں واقع ہونے والی طلاق کو طلاق بدعی کہا جاتا ہے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تین طلاقیں اکٹھی دینا بدعت نہیں ہے۔امام مالک کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ایک سے زیادہ طلاق دینے کو بدعت سمجھتے ہیں لیکن یہ درست نہیں۔علامہ ابن عبدالبر اس مسئلہ کی تفصیل یوں درج کرتے ہیں:

یعنی امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک سنت طلاق کا تعلق جگہ یعنی عورت کی حالت سے ہے نہ کہ عدد سے۔اگر شوہر نے طلاق ایسے طہر میں دی ہے جس میں اس نے بیوی سے وطی نہیں کی ہے تو یہ طلاق سنت ہی شمار ہو گی خواہ ایک دی ہو یا تین یا زیادہ۔یہ بیوی اس پر حرام ہو گئی اور اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ نکاحِ ثانی نہ کر لے۔اس سے بھی فرق نہیں پڑتا کہ اس نے تمام طلاقیں اکٹھی دی ہیں یا الگ الگ کر کے کہیں ہیں۔[2]

یعنی امام مالک کے ہاں سنت اور بدعت کا تعلق تعداد سے ہے ہی نہیں صرف اس بات سے ہے کہ طلاق ایسے طہر میں دے جس میں وطی نہ کی ہو۔

طلاق کی تینوں قسموں میں جمہور امت میں موجود اختلافات کی وضاحت:

طلاق احسن میں اہلسنت اور اہل تشیع میں اختلاف ہے، کہ اہلسنت کے نزدیک طلاق کے لئے گواہ ہونا ضروری نہیں ہیں جبکہ شیعہ مذہب میں نکاح کی طرح طلاق پر بھی گواہ بنانا ضروری ہے۔

طلاق حسن کا نام طلاق حسن رکھنے پر بعض اہل حدیث حضرات نے اعتراض کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اسے بھی بدعت قرار دیا جائے۔اس سلسلے میں وہ امام مالک کا حوالہ دیتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک اسے بدعت کہتے ہیں۔مگر صاحب ہدایہ نے امام مالک کا طرف جو نسبت کی وہ قول ہمیں نہیں مل سکا۔امام مالک کے مقلدین کے ہاں مفتی بہ عمل علامہ ابن عبدالبر کے حوالے سے ہم نے نقل کر دیا ہے۔البتہ اس کے وقوع میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

طلاق بدعت میں آئمہ اربعہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔جبکہ ظاہر یہ اور موجودہ دور میں اہل حدیث حضرات طلاق بدعت کی صورت میں ایک ہی طلاق کے واقع ہونے کے قائل ہیں۔قدیم اختلافات کے دلائل اور ان کی تفاصیل متعلقہ کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

طلاق کی قدیم اصطلاح میں جدید اسکالرز کا نصِ قرآنی کے حوالے سے نیا اجتہاد:

اس آرٹیکل میں ہم صرف نئے اسکالرز کی طرف سے نص قرآنی کے حوالے سے کئے جانے والے نئے اجتہاد پر بحث کریں گے۔ جدید اسکالرز کے بقول امت کا قدیم تصورِ طلاق ہی دراصل مسئلہ ہے۔ اور یہ صراحتا نص قرآنی کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ان حضرات کا طلاق کے بارے میں اجتہاد قدیم فقہاء سے ان چار دعووں میں میں مختلف ہے۔

ایک سے زیادہ طلاق کا وقوع خود نصِ قرآنی کی مخالفت ہے۔

نیز طلاق بائن کی صورت میں نکاح جدید کی شرط بھی نصِ قرآنی کے مخالف ہے۔

حالت حیض میں طلاق واقع ماننا بھی نصِ قرآنی کی مخالفت ہے کیونکہ اس حالت میں عورت طلاق کا محل ہی نہیں ہے۔ لہذا طلاق واقع نہیں ہو گی۔

نیز نصِ قرآنی کی رو سے طلاق کے لئے بھی گواہ ہونے ضروری ہیں۔

پہلا دعویٰ:

طلاق بدعی یعنی بیک وقت کہے گئے تین طلاق کے کلمات کو پہلی طلاق کی تاکید مان کر ایک طلاق ہی قرار دیا جانا چاہیئے۔ تین یا تین سے زیادہ دفعہ طلاق کا لفظ کہنے کی صورت میں بھی صرف ایک ہی واقع ہو گی۔ اس سلسلے میں ان کا استدلال اس آیت مبارکہ سے ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (٢٢٩) فَإِنْ طَلَّقَهَا ﴾[3]

محل استشہاد الطلاق مرتان کے بعد جملہ معترضہ لا کر اور اس میں رجوع اور تسریح کی تفصیل بتانا۔ استدلال یوں ہے کہ جب اللہ سبحانہ وتعالی نے تیسری طلاق میں فاصلہ رکھا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ فاصلہ ضروری ہے۔ اور اگر کوئی اس فاصلہ کو عبور کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی ایک سے زائد طلاقیں دیتا بھی ہے تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔

پہلے دعوے کا جواب:

پہلے دعوے کا حاصل یہ ہے کہ ایک طہر میں دی جانے والی تین طلاقوں کو تین ہی واقع کر دینا قرآنی نص کے برخلاف ہے۔ جبکہ ہمارا دعوی یہ ہے کہ قرآنی نص کا درحقیقت تقاضہ ہی یہی ہے کہ اگر تین طلاقیں اکٹھی دیتا ہے تو بھی واقع ہو جائیں گی۔

پہلی وجہ: آیت مبارکہ کے ابتدائی الفاظ (الطلاق مرتان) ہی ہیں کیونکہ پہلے لفظ میں ہی دو طلاقوں کو اکٹھا بتایا گیا کہ اگر دو طلاقیں دے تو دونوں واقع ہو جائیں گی۔ جب کہ آپ کا دعوی تو ہے کہ جتنی مرضی دے ایک واقع ہو گی جب کہ قرآن تو بتا رہا ہے کہ دونوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

دوسری وجہ: فان طلقها میں "ف" استعمال کیا گیا جس کا مطلب تعقیب اور فور ہوتا ہے اور ثم استعمال نہیں کیا گیا جو کہ تراخی کے لئے آتا ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر فوراً تیسری طلاق بھی دے دے تو وہ بھی واقع ہو جائے گی۔ رہا سوال کہ جملہ معترضہ درمیان میں لانے کی کوئی وجہ نہیں

بنتی ؟تواس کاجواب یہ ہے کہ وجہ بنتی ہے اور وہ یہ ہے کہ دو اور تین میں فرق سمجھانا مقصود ہے کہ دو تک اختیار برقرار رہتا ہے لیکن اگر تیسری خواہ فورا بھی دے دی تو وہ اختیار ختم ہو جائے گا۔

اس سلسلے میں جمہور علماء کا استدلال تیس سے زیادہ احادیث سے ہے جنہیں مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے تجلیاتِ صفدر میں جمع کر دیا ہے۔ تفصیل وہیں دیکھی جائے یہاں ایک روایت پر اکتفاء کی جارہا ہے۔

۱۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔اس نے کسی اور سے نکاح کیا اور اس نے (شب باشی سے پہلے) اسے طلاق دے دی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے لطف اندوز نہ ہو جائے[4]

۲۔اس حدیث میں 'طلق امراتہ ثلاثا' کے جملہ کی تشریح میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ یہ جملہ ظاہراً اسی کو چاہتا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی اور دفعۃً دی گئی تھیں۔[5]

اس سلسلے میں کچھ مزید روایات درج ذیل حوالوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ 6

دوسرا دعویٰ:

طلاق کے لئے رجعی اور بائنہ کی اصطلاح کی کوئی حقیقت نہیں۔اور طلاق بائنہ کی تفصیلات اور اسی طرح دوبارہ نکاح کرنے کا حکم قرآنی نظم کے خلاف ہے۔طلاق ایک دی ہو یا دو شوہر کو رجوع کا حق رہتا ہے۔اس بات پر استدلال بھی اسی آیت سے ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا﴾[7]

کیونکہ اس میں دو طلاقوں کے ذکر کے بعد رجوع کا حق دیا ہے اور نکاح جدید کا ذکر نہیں کیا جس سے ثابت ہوا کہ طلاق بائنہ کا تصور قرآنی نص کے خلاف ہے۔

دوسرے دعوے کا جواب:

دوسرے دعوے کا حاصل یہ ہے کہ بائنہ کی اصطلاح یعنی جس میں تین طلاق سے کم میں رجوع کے لئے نکاح جدید کی شرط ہے اس بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ بات نص قرآنی کے خلاف ہے۔اس سلسلے میں جو استدلال کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ لفظ طلاق دو دفعہ بولنے کے باوجود قرآن رجوع کا اختیار بغیر کسی شرط (نکاح جدید) کے دے رہا ہے۔

مگر یہ استدلال اس لئے ناقص ہے، کیونکہ مذکورہ بالا صورت میں احناف کے ہاں بھی رجعی طلاق ہی واقعہ ہو گی کیونکہ دو دفعہ طلاق کا صریح لفظ استعمال کرنے سے حنفیہ کے ہاں بھی طلاق رجعی ہی واقع ہوتی ہے۔اور طلاق بائن کے لئے حنفیہ اور شافعیہ کے ہاں دو دفعہ کہنا ضروری نہیں ہے۔ طلاق بائن کنایہ الفاظ سے واقع ہوتی ہے اور ان میں سے بعض الفاظ سے شوافع اور مالکیہ کہ ہاں ایک لفظ کہنے سے عورت مغلظہ ہو جاتی ہے اور حلالہ کے بغیر شوہر کے لئے حلال نہیں رہتی۔جبکہ حنفیہ کے ہاں عورت بائنہ ہو جاتی ہے۔نکاح جدید کر کے دوبارہ پہلے شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہے۔

طلاق بائنہ کی اصطلاح ایجاد ہونے کی بنیاد دراصل اس حدیث پر ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق میں اضافی وصف لگانے سے طلاق کی صلاحیت میں اضافہ ہوجاتاہے اور یہ عام طلاق جیسی نہیں رہتی اور عام طلاق سے ایک درجہ اوپر خلع سے واقع ہونے والی طلاق ہوتی ہے جس میں مرد کو رجوع کا حق نہیں رہتا۔البتہ اگر دونوں دوبارہ رضامند ہوں تو نکاح کرکے دوبارہ ساتھ رہ سکتے ہیں۔طلاق بائنہ کی اصطلاح آئمہ اربعہ کے ہاں موجود ہے۔ بلکہ اس کا ثبوت صحابہ کرام کے زمانے میں بھی ملتاہے۔اور طلاق بائنہ کے الفاظ بھی صحابہ سے منقول ہیں۔

البتہ رہی یہ بات کہ طلاق بائنہ کی اصطلاح کہاں سے آئی تو اس کے لئے تفصیلات احادیث سے ملتی ہیں:

حضرت رکانہ بن عبد یزیدؓ نے اپنی بیوی سہیمہ کو بتہ (تعلق قطع کرنے والی) طلاق دی تو اس کے بعد انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور کہا، بخدا میں نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے۔اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالی کی قسم، تو نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے؟ رکانہ نے کہا، اللہ تعالی کی قسم، میں نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بیوی اسے واپس دلوادی۔ دوسری طلاق رکانہ نے اس کو حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اور تیسری طلاق حضرت عثمانؓ کے زمانے میں دی۔[8][9]

اگر لفظ 'بتہ' سے دفعۃً تین طلاقیں پڑنے کا جواز ثابت نہ ہوتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رکانہ کو کیوں قسم دیتے؟ چونکہ کنایہ کی طلاق میں نیت کا دخل بھی ہوتاہے اور لفظ بتہ تین کا احتمال بھی رکھتاہے،اس لیے آپ نے ان کو قسم دی۔ اگر تین کے بعد رجوع کا حق ہوتا اور تین ایک سمجھی جاتی تو آپ ان کو قسم نہ دیتے۔

شرح السنۃ للبغوي میں امام بغوی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے تین طلاقوں کو جمع کرنا جائز قرار دیاہے،اور یہ بدعت نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے پوچھا: ''تم اس سے کیا چاہتے تھے؟'' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک سے زیادہ طلاق چاہنے سے منع نہیں کیا جو کہ شافعی اور احمد کا قول ہے۔ اور ان میں سے کچھ اس بات پر گئے کہ اگر وہ دو تین طلاقیں اکٹھی دے تو بدعت ہوگی اور یہی بات امام مالک، اسحاق اور اہل رائے نے کہی ہے۔ البتہ ان کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی اپنی حاملہ بیوی کو تین طلاق دے، تو کیا یہ بھی بدعت ہوگا تو ان میں سے اکثر نے کہا کہ یہ بدعت نہیں ہے، اور اہل رائے میں اس بارے میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی بدعت ہے الا یہ کہ ہر مہینے میں ایک طلاق دے جبکہ امام محمد کے نزدیک حاملہ کو صرف ایک طلاق دے سکتاہے۔ اور دوسری وضع حمل کے بعد دے سکتاہے[10]

ایسا ہی کنایہ طلاق کا ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے بحالت حیض اپنی بیوی کو بتہ طلاق دے دی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ تو نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے بالکل الگ ہوگئی (بظاہر صورتِ مسئلہ میں حضرت عمر کو کوئی مل گیا تھا کہ ان کی نیت تین طلاق کی تھی)۔ اس شخص نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ بھی تو ایسا ہی معاملہ

پیش آیا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توان کو رجوع کا حق دیا تھا۔اس پر حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا کہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کی طرف رجوع کرلے، مگر اس لیے کہ اس کی طلاق باقی تھی اور تیرے لیے تو اپنی بیوی کی طرف رجوع کا حق نہیں (کیوں کہ تیری طلاق باقی نہیں)۔[11]

چونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی،اس لیے ان کے رجوع کا حق تو محفوظ تھا، مگر اس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کی نیت کرلی تھیں اس لیے حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تم رجوع نہیں کرسکتے۔

تیسرا دعویٰ:

جس طہر میں شوہر نے اپنی بیوی سے استمتاع کیا ہے اس میں اگر شوہر بیوی کو طلاق دے بھی دے تو بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ کیونکہ سورۃ الطلاق میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ [12]

محل استشہاد کچھ یوں ہے کہ طلاق دینے کا حکم دیتے ہوئے یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کو طلاق دو تاکہ وہ عدت شروع کرسکیں اور عدت اسی صورت میں شروع ہوسکتی ہے جب کہ طلاق اس طہر میں دی گئی ہو جس میں دخول نہ ہو ورنہ عدت شروع نہیں ہوسکتی۔

تیسرے دعوے کا جواب:

تیسرے دعوے کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ قرآن پاک میں طلاق دینے کے لئے طریقہ کار یہ بتایا گیا ہے کہ طلاق عدت گزارنے کے وقت میں دینی چاہئیے لہذا جس طہر میں بیوی سے وطی کی ہے وہ عدت گزارنے کا وقت نہیں تو اس میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہو گی اور یہ ایسے ہی سمجھا جائے گا کہ اس نے کوئی گالم گلوچ کیا ہے۔ گویا کہ عورت اس وقت طلاق کا محل نہیں ہے۔ تو طلاق کا لفظ نظم قرآنی کا مخالف ہونے کی وجہ سے لغو ہو جائے گا۔

مگر یہ استدلال بھی درست نہیں ہے۔اس کی کئی وجوہات ہیں:۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ یہ استدلال شوافع کے حساب سے تو درست ہوسکتا ہے جو عدت طہر کے حساب سے شمار کرتے ہیں۔ حنفیہ کے خلاف یہ استدلال اس لئے درست نہیں ہے کیونکہ ان کے ہاں عدت حیض سے شمار ہوتی ہے اور طہر خواہ کیسا بھی ہو اسکے بعد سے ہی عدت شمار ہونی ہے۔ لہذا یہ طلاق واقع ہونا لعدتھن کے مخالف نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ قرآن پاک میں عام طور پر ایسی وضاحت درست طریقہ بتانے کے لئے ہی ہوتی ہے مگر اس کا مطلب یہ بلکل بھی نہیں ہوتا کہ اس کے برعکس میں کام درست ہی نہیں ہو گا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں حکم ہے: فانکحو ماطاب لکم اگر جانبِ مخالف اس جگہ نکالیں تو اس کا مطلب تو یہ ہو گا ار یخ میرج ہوتی نہیں ہے۔اسی طرح اگر لڑکی پسند نہیں ہے تو نکاح ہو گا ہی نہیں۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی طلاقوں کو نافذ فرمایا ہے۔ حتی کہ اگر کسی نے حیض کی حالت میں بھی بیوی کو طلاق دی تو بھی

طلاق کو نافذ فرمایا ہے جس کی دلیل درج ذیل ہے۔

«طَلَّقَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم -، فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ - صلى الله عليه وسلم -، فَقَالَ النَّبِي - صلى الله عليه وسلم -: "فَلْيُرَاجِعْهَا"، فَرَدَّهَا وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا، فَقَالَ: "إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ، أَوْ لِيُمْسِكْ"، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَقَرَأَ النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم -: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ"»[13]

عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حائضہ ہونے کی حالت میں نبی ﷺ کے دور میں طلاق دی تو حضرت عمرؓ نے یہ مسئلہ جناب نبی کریم ﷺ سے معلوم کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ رجوع کریں تو حضور نے اس طلاق کو واپس کروا دیا (یعنی رجوع کروا دیا) اور اس کو اہمیت نہیں دی۔ اور فرمایا کہ جب وہ پاک ہو جائے تو چاہیں طلاق دیں یا نہ دیں۔ حضرت ابن عمر نے کہا کہ اور آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ جب تم بیویوں کو طلاق دو تو ان کو ایسے وقت طلاق دو جب وہ عدت گذار سکیں یعنی عدت سے پہلے۔

اگرچہ اس حدیث کو مندرجہ بالا دعوے والے حضرات اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ ہمارا بھی اسی حدیث کو سب سے پہلے پیش کرنے کا مقصد اسی حدیث میں موجود الفاظ کی طرف ان حضرات کی توجہ دلانا ہے کہ اس میں لفظ فلیراجعہا یعنی حضرت ابن عمر رجوع کریں خود اس بات پر دلیل ہیں کہ طلاق واقع ہو گئی تھی۔ اسی باب میں اس سے اگلے بیان کئے گئے اثر سے یہ بات مزید روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حالتِ حیض میں بھی طلاق واقع ہوتی ہے۔ مگر چونکہ حضرت ابنِ عمر نے صرف ایک طلاق دی تھی اور مزید طلاقوں کا اختیار بھی موجود تھا تو معصیت کے ساتھ بیوی سے الگ ہونے کی بجائے مباح طریقے پر الگ ہونے کا موقع دیا گیا۔

«عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ ثَلَاثًا، فَسَأَلَ ابْنَ عُمَرَ، فَقَالَ: عَصَيْتَ رَبَّكَ، وَبَانَتْ مِنْكَ، لَا تَحِلُّ لَكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ»[14]

حضرتِ نافع سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی اس حال میں کہ وہ حائضہ تھی۔ پھر مسئلہ حضرت ابنِ عمر سے معلوم کیا تو حضرت ابن عمر نے جواب دیا کہ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تیری بیوی تجھ سے الگ ہو گئی اور اب تیرے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے۔

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی روایات حضرت ابن عمر سے مروی ہیں جن سے یہ قصہ وضاحت سے معلوم ہو جاتا ہے مثلاً سننِ کبریٰ کی روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بحالت حیض اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی۔ پھر ارادہ کیا کہ باقی دو طلاقیں بھی باقی دو حیض (یا طہر) کے وقت دے دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت ابن عمر سے فرمایا کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم تو نہیں دیا۔ تو نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے۔ سنت تو یہ ہے کہ جب طہر کا زمانہ آئے تو ہر طہر کے وقت اس کو طلاق دے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تو رجوع کر لے، چنانچہ میں نے رجوع کر لیا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جب وہ طہر کے زمانہ میں داخل ہو تو اس کو طلاق دے دینا اور مرضی ہوئی تو بیوی بنا کر رکھ لینا۔ اس پر میں نے آپ سے عرض کیا، یا رسول اللہ، یہ تو بتلائیں کہ اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دیتا تو

کیامیرے لیے حلال ہوتا کہ میں اس کی طرف رجوع کرلوں ؟آپ نے فرمایا کہ نہیں،وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور یہ کارروائی معصیت ہوتی۔[15]
اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب اسی قسم کے مسئلے کے بارے میں سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے کہ تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس صورت میں) مجھے رجوع کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں تو یقیناً وہ تم پر حرام ہو گئی ہے، جب تک کہ وہ تیرے بغیر کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے اور اس طرح تو نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی بھی کی ہے۔[16]

چوتھا دعویٰ:

طلاق کے لئے نکاح کی طرح گواہ لازم قرار دینے چاہئیں۔ اگر بغیر گواہوں کے صرف بیوی کی موجودگی میں طلاق دیتا رہے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اس پر دلیل بھی سورۂ طلاق کی دوسری آیت سے ہے

﴿فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ﴾[17]

محل استشہاد یہ ہے کہ قرآن میں علیحدگی پر گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

چوتھے دعوے کا جواب:

چوتھے دعوے کا حاصل یہ ہے کہ بغیر گواہوں کے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، کیونکہ سورۂ طلاق میں گواہ بنانے کا حکم ہے۔
مگر یہ استدلال بھی ناقص ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ گواہ بنانے کا حکم اگر بالفرض لازمی مان بھی لیا جائے تو نص قرآنی کے مطابق ہی یہ پہلی طلاق کے ساتھ ملحق نہیں ہے بلکہ طلاق دینے کے بعد کی صورت کے ساتھ ملحق ہے کہ یا تو ان کو رواج کے مطابق رجوع کرکے بیوی بنا کر رکھ لو یا ان کو رواج کے مطابق چھوڑ دو۔ اور یہ گواہ بنانے کا حکم صرف چھوڑنے والی صورت پر ہی لاگو نہیں ہوتا بلکہ رجوع کی صورت پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ یعنی اگر اس آیت مبارکہ کے مطابق اگر علیحدگی کے لئے گواہوں کو شرط بنانا چاہتے ہیں تو رجوع کے لئے بھی گواہوں کو شرط مانیں۔
بہر حال یہ گواہی کی شرط پہلی طلاق پر تو نص قرآنی کے مطابق بھی نافذ نہیں ہوتی۔ اگر بالفرض ہم یہ بھی مان لیں کہ اس جملے کا تعلق پہلی طلاق کے ساتھ ہے تو بھی اسے شرط کے طور پر نہیں مانا جا سکتا۔ کیونکہ گواہوں کا اصل حکم جو قرآن پاک میں دیا گیا ہے وہ معاملات اور لین دین کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ معاملات میں کتابت کا بھی حکم ہے۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر دو آدمی بغیر کسی گواہ کے خرید و فروخت کریں تو ان کا عقد درست ہوتا ہے۔ تو جب اصل معاملات میں گواہی کے بغیر عقد ہو جاتا ہے تو یہاں بھی ہونا چاہئیے۔
رہی بات کہ نکاح میں گواہ کیوں لازم ہیں تو اسکی وجہ احادیث میں نکاح کے لئے گواہ کو باقاعدہ شرط قرار دیا ہے اور طلاق کے لئے شرط قرار نہیں دیا۔ اسی وجہ سے طلاق کے تقریباً سبھی واقعات میں شوہر نے بیوی کو تنہائی میں ہی طلاق دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام طلاقوں کو نافذ فرمایا اور کبھی گواہوں کا مطالبہ نہیں کیا۔

نتائج

اس ساری بحث کا حاصل اور خلاصہ درج ذیل نکات میں سمجھا جا سکتا ہے۔

1. قرآن کریم کا انداز واضح طور پر انسان کو باور کراتا ہے کہ طلاق کا فیصلہ پوری عقل و سمجھ اور سوچ بچار سے لینے والا ہے۔
2. خاص طور پر تین طلاق کوئی کھیل نہیں ہے جو غصہ یا حماقت کے طور پر انجام دیا جائے بلکہ کسی کو اپنی زندگی میں رکھنے یا نکالنے کا حتمی فیصلہ ہے۔
3. اگر کوئی شخص دو دفعہ لفظ طلاق کو استعمال کر چکا تو تیسری دفعہ سے پہلے آخری بار طے کر کے فیصلہ کرے۔
4. حنفیہ نے جسے طلاق بدعی قرار دیا ہے، آئمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ طلاق بدعی نہیں ہے۔
5. آئمہ اربعہ طلاق بدعی کے وقوع کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال قرآن وسنت دونوں سے ہے۔
6. قرآن کے الفاظ سے بھی طلاق بدعی کے وقوع کا ثبوت ملتا ہے۔
7. احادیث مبارکہ میں بھی اسے واقع قرار دیا گیا۔
8. حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاوی مضبوط سندوں کے ساتھ اس کے شاہد ہیں۔
9. طلاق پر گواہ بنانے کے لزوم کا ثبوت قرآن وسنت سے نہیں ملتا، البتہ اگر کوئی ایک طلاق دے چکا ہو تو آئندہ کے لئے اس نے جو بھی فیصلہ کیا ہے وہ سب کے سامنے ہونا چاہئیے۔
10. طلاق دینے کا درست وقت قرآن وسنت میں بتایا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی درست طریقے پر عمل نہیں کرتا طلاق تب بھی واقع ہو جاتی ہے۔ قرآن وسنت سے یہی نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔
11. اگر کوئی شخص طلاق کے ساتھ اضافی اوصاف لگائے گا تو وہ ثابت ہونگے الا یہ کہ نیت نہ کی ہو۔
12. طلاق رجعی اور طلاق مغلظہ کے درمیان ایک اور درجہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

سفارشات

1. ہمارے ہاں علم اور شعور کی کمی اور جذباتیت کی بہتات سے جہاں اور بہت ساری خرابیاں آئی ہوئی ہیں ان میں سے ایک مسئلہ طلاق بھی ہے۔
2. اس کے حل کے لئے ہمیں اپنی نسل کی تربیت کرنی چاہئیے۔
3. ہمارے ہاں نوجوانوں کو شادی سے پہلے خاندانی مسائل (نکاح طلاق نفقہ سکنی وغیرہ) سکھانے کا ایک کورس کرنا لازمی قرار دیا جانا چاہئیے اور اس سے سرٹیفکیٹ ملنے کے بعد شادی کروائی جائے تاکہ ایسے مسائل ہی پیش نہ آئیں جن کی وجہ سے بعد میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔
4. اجتہاد دین کا اہم حصہ ہے مگر اس کا اجراء منصوص علیہ اور امت کے متفقہ مسائل پر نہیں کرنا چاہئیے۔ بلکہ جدید دور میں پیش آنے والی جدید صورتوں کے حل کی کوشش کرنی چاہئے۔

حوالہ جات

القرآن الكريم

الاصبحی, مالک بن انس بن مالک بن عامر المدنی. 2004. *المؤطا*. Vol. ٨. ابو ظبی۔ الامارات: موسسۃ زاید بن سلطان آل نهیان.

البخاري, محمد بن إسماعيل أبو عبدالله 1422 ه. *صحيح البخاري*. مصر المحميه: دار طوق النجاة عكدس مطبعة الكبرى الاميرية.

البغوي, محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء 1420 هـ. *معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي*. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

البغوي, محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء الشافعي. ١٤٠٣هـ - ١٩٨٣م. *شرح السنة للبغوي*. دمشق، بيروت: المكتب الإسلامي.

البيضاوي, ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي 1418 هـ. *أنوار التنزيل وأسرار التأويل*. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

البيهقي, أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي. ١٤٢٤هـ - ٢٠٠٣م. *السنن الكبرى*. بيروت - لبنان: دار الكتب العلمية.

البيهقي, أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر 1408 هـ 1988 - م. *الآداب للبيهقي*. Vol. 1. بيروت - لبنان: مؤسسة الكتب الثقافية.

. —— الطبعة: الثالثة، 1424 هـ 2003 - م. *السنن الكبرى*. بيروت - لبنان: دار الكتب العلمية.

الترمذي, محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك. الطبعة: الثانية، 1395 هـ 1975 - م. *سنن الترمذي*. مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي.

الدين, علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، أبو الحسن برهان. n.d. *الهداية في شرح بداية المبتدي*. بيروت - لبنان: دار احياء التراث العربي.

الزمخشري, أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، 1407 هـ. *الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل*. بيروت: دار الكتاب العربي

السِّجِسْتاني, أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي. الطبعة: الأولى، 1408. *المراسيل*. بيروت: مؤسسة الرسالة.

n.d. —— *سنن أبي داود*. بيروت: المكتبة العصرية، صيدا.

السيوطي, عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين. n.d. *الدر المنثور*. بيروت: دار الفكر.

الشافعي, أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلبي القرشي المكي. ١٣٧٠هـ - ١٩٥١م. *مسند الإمام الشافعي*. بيروت - لبنان: دار الكتب العلمية.

الشیبانی, ابو عبدالله احمد بن محمد بن حنبل. 2001. *مسند الامام احمد بن حنبل*. مؤسسة الرسالة.

الصنعاني, أبو بكر عبد الرزاق بن همام. ١٤٣٧هـ - ٢٠١٣م. *المصنف - عبد الرزاق*. دار التأصيل.

العبسي, أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي. الطبعة: الأولى، 1409. *الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار المعروف ب مصنف ابن ابی شیبه*. الرياض: مكتبة الرشد.

العينى, أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين. n.d. *عمدة القاري شرح صحيح البخاري*. Vol. 25. 12×بيروت: دار إحياء التراث العربي.

القرطبي, أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين 1384 هـ 1964 - م. *تفسير القرطبي*. القاهرة: دار الكتب المصرية.

النسائي, أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني. الطبعة: الثانية، 1986 - 1406. *المجتبى من السنن = السنن الصغرى للنسائي*. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية.

النيسابوري, مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري. n.d. *صحيح مسلم*. بيروت: دار إحياء التراث العربي.
بالبزار, أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبيد الله العتكي المعروف). بدأت 1988م, وانتهت 2009م. (*مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار*. Vol.18. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.
حبان, محمد بن حبان بن احمد بن حبان المعروف بابن. 1408H-1988 ad. *الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان*. Vol. 18. بیروت: موسسة الرسالة.
حجر, أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي ابن. ١٣٧٩. *فتح الباري شرح صحيح البخاري*. بيروت، : دار المعرفة. -
عبد البر, أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي ابن. ١٤٠٠هـ/١٩٨٠م. *الكافي في فقه أهل المدينة*. الرياض، المملكة العربية السعودية: مكتبة الرياض الحديثة،.
عيسى, محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاک، الترمذي، أبو 1998. م. *الجامع الكبير - سنن الترمذي*. Vol.6. بيروت: دار الغرب الإسلامي.
كثير, أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي ابن. ١٤١٩هـ - ١٩٩٨م. *جامع المسانيد والسُنَن الهادي لأقوم سَنَن*. بيروت - لبنان، : دار خضر للطباعة والنشر والتوزيع.
ماجة, أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني ابن. سنة 1418هـ. *سنن ابن ماجه*. ببيروت: دار الجيل.
ندوی, مولانا محمد حنیف. n.d. *مسئلہ اجتہاد*. لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ.

---

1 [النساء:34-35]

[2] «الكافي في فقه أهل المدينة»(573/2):

[3] [البقرة:229-230]

[4] (بخاری ۷۹۱/۲، مسلم ۴۶۳/۱، السنن الکبریٰ ۳۳۴/۷)

[5] (فتح الباری ۴۹۵/۹، عمدۃ القاری ۵۳۷/۹)

6 (مسلم ۴۶۳/۱، السنن الکبریٰ ۳۷۴/۷) (نسائی ۸۲/۲) (تہذیب سنن ابی داؤد ۱۲۹/۳ طبع مصر) (ابوداؤد ۳۰۶/۱) (السنن الکبریٰ ۳۳۴/۷، دار قطنی ۴۳۸/۲، مجمع الزوائد ۳۳۶/۴، نصب الرایہ ۲۲۰/۳) (ابوداؤد ۳۰۰/۱، المستدرک ۱۹۹/۲، دار قطنی ۳۹/۲، موارد الظمآن ۳۲۱) «شرح السنة للبغوي»(9/210):(السنن الکبریٰ ۳۳۴/۷، مجمع الزوائد ۳۳۵/۴)(مسلم ۴۷۶/۱، بخاری ۸۰۳/۲، السنن الکبریٰ ۳۳۱/۷، دار قطنی ۴۳۶/۲) (السنن الکبریٰ ۳۳۴/۷) (السنن الکبریٰ ۳۳۴/۷) (السنن الکبریٰ ۳۳۴/۷)(السنن الکبریٰ ۳۳۵/۷) (السنن الکبریٰ ۳۳/۷، طحاوی ۲۹/۲) (السنن الکبریٰ ۳۳۱/۷) (موطا امام مالک ۲۰۸، طحاوی ۲۹/۲، السنن الکبریٰ ۳۳۵/۷) (موطا امام مالک ۱۹۹) (السنن الکبریٰ ۳۳۲/۷، مستدرک ۲۷۲/۳) (مسند امام شافعی ۳۶، طحاوی ۳۰/۲) (مسند امام شافعی ۳۶) (جامع المسانید ۱۴۸/۲) (السنن الکبریٰ ۳۴۰/۷)

[7] [البقرة:229]

[8] (ابوداؤد ۳۰۰/۱، المستدرک ۱۹۹/۲، دار قطنی ۳۹/۲، موارد الظمآن ۳۲۱)

[9] «مسند الشافعي - ترتيب السندي»(37/2):

[10] «شرح السنة للبغوي»(210/9):

[11] (السنن الکبریٰ ۳۳۴/۷، مجمع الزوائد ۳۳۵/۴)

[12] [الطلاق:1]

[13] «مصنف عبدالرزاق»(6/354ط التاصيل الثانية):

[14] «مصنف عبدالرزاق»(6/355ط التاصیل الثانية):

[15] (السنن الکبریٰ ۷/۳۳۴، دار قطنی ۲/۴۳۸، مجمع الزوائد ۴/۳۳۶، نصب الرایہ ۳/۲۲۰)

[16] (مسلم ۱/۴۷۶، بخاری ۲/۸۰۳، السنن الکبریٰ ۷/۳۳۱، دار قطنی ۲/۴۳۶)

[17] [الطلاق:2]

References

1. Al-Nisaa: 34-35
2. "Al-Kafi fi Fiqh Ahl al-Madinah" (2/573):
3. [Al-Baqarah: 229-230]
4. (Bukhari 2/791, Muslim 1/463, Sunan Al-Kubra 7/334)
5. (Fath al-Bari 9/495, Umdat al-Qari 9/537)
6. (Muslim 1/463, Sunan al-Kubra 7/374) (Nisa'i 2/82) (Tahzeeb Sunan Abi Dawud 3/129 Tayba Misr) (Abu Dawud 1/306) (Sunan al-Kubra 7/334, Darqutani 2/438, Majma' al-Zawaid 4 /336, Nasib al-Raya 3/220) (Abu Dawud 1/300, Al-Mustadrik 2/199, Daraqtani 2/39, Al-Zuma'an 321) "Sharh Sunnah for Al-Baghwi" (9/210): (Al-Sunan al-Kubra 7/334, Majma' al-Zawaid 4/335) (Muslim 1/476, Bukhari 2/803, Sunan al-Kubra 7/331, Darqutani 2/436) (Sunan al-Kubra 7/334) (Sunan al-Kubra 7/334) (Sunan al-Kubra 7/334) (Sunan al-Kubra 7/335) (Sunan al-Kubra 7/337, Tahawi 2/29) (Sunan al-Kubra 7/331) (Mutta Imam Malik 208, Tahawi 2/29, Sunan al-Kubra 7/335) (Muta Imam Malik 199) (Sunan al-Kubra 7 /332, Mustadrik 3/472) (Musnad of Imam Shafi'i 36, Tahawi 2/30) (Musnad of Imam Shafi'i 36) (Jami' al-Masanid 2/148) (Sunan al-Kubra 7/340)
7. [Al-Baqarah: 229]
8. (Abu Dawud 1/300, al-Mustadrik 2/199, Darqutani 2/39, al-Zummaan 321)
9. "Musnad al-Shafi'i - Al-Sundi" (2/37):
10. Sharh Sunnah Lal-Baghwi, (9/210):
11. (Al-Sunan Al-Kubra 7/334, Majma' al-Zawaid 4/335)
12. [Al-Talaq: 1]
13. "Author Abd al-Razzaq" (6/ 354 T al-Taasil al-Second):
14. "Author Abd al-Razzaq" (6/ 355 A.T. al-Taasil al-Second):
15. (Al-Sunan al-Kubra 7/334, Darqutni 2/438, Majma' al-Zawaid 4/336, Nasib al-Raya 3/220)
16. (Muslim 1/476, Bukhari 2/803, Sunan Al-Kubra 7/331, Darqutani 2/436)
17. [Al-Talaq: 2]